مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول (مولانا) مشرف علی تھانوی

مدیر ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۱۷ | رجب ۱۴۳۷ھ | مئی ۲۰۱۶ء | شمارہ ۵

معجزۂ معراج

(معتبر روایات کی روشنی میں)

ازافادات

شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم العالیہ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ = / ۲۰ روپے زرسالانہ = / ۲۰۰ روپے

ماہنامہ الامداد لاہور

۳۵۴۲۲۲۱۳
۳۵۴۳۳۰۴۹

پتہ دفتر: جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ناشر: (مولانا) مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ اریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

معجزۂ معراج
(معتبر روایات کی روشنی میں)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	ابتدائیہ	۷
۲	انبیاء کرام کے معجزات	۸
۳	فرق معجزات	۱۱
۴	معجزۂ معراج	۱۳
۵	حل ملحوظ۔۱	۱۵
۶	حضرت عائشہؓ کے ارشاد کے جوابات	۱۶
۷	محدثین کی طرف سے روایتی حیثیت سے جواب	۱۹
۸	افسوس صد افسوس	۲۱
۹	ملحوظ۔۲ صورت و حقیقت	۲۱
۱۰	ملحوظ۔۳ معراج نے ہمیں کیا سبق پڑھایا	۲۲
۱۱	ملحوظ۔۴	۲۴
۱۲	واقعۂ معراج	۲۵
۱۳	بیت المقدس میں نزول	۲۸

۱۴ .... آسمانوں کی سیر اور انبیاء سے ملاقاتیں ۲۸
۱۵ .... سدرۃ المنتہیٰ ۲۹
۱۶ .... مقام صریف الاقلام ۲۹
۱۷ .... معراج پر تعجب کی وجہ ۳۱

وعظ

معجزۂ معراج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد!

شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم کا ایک مضمون ''معجزہ معراج'' انجمن تبلیغ اسلام نے ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں طبع کیا گیا تھا۔ احقر کو مل گیا ماہ رجب کی مناسبت سے اس مرتبہ اس کو طبع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۴۔اپریل ۲۰۱۶ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونشھد ان لا الٰہ اِلا اللّٰہ محمد اعبدہ ورسولہ۔ **اما بعد:**

ابتدائیہ

رجب کے مہینہ کی ستائیسویں تاریخ مشہور روایات کی بنا پر اس اہم ترین واقعہ کی یاد تازہ کرتی ہے جس سے مسلمانوں کے دین کا بہت بڑا باب وابستہ ہے۔ رات کی تاریکی میں پیش آنے والا وہ معرکۃ الآراء سفر جس کو قرآنی اصطلاح میں اسراء یا معراج کہا جاتا ہے صرف رنگین داستان، دل فریب افسانہ یا کوئی لطف انگیز کہانی نہیں بلکہ انسان کی زندگی کے لئے وہ انقلاب آفریں اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے جس سے دین اسلام کا ایک اہم باب درخشاں ہوتا ہے۔

وہ زندۂ جاوید سبق ہے جو قیامت تک نگاہ حقیقت بیں کے لئے مقام حیرت واستعجاب بنا رہے گا اور ہر دور میں اپنے مسیحائی اعجاز سے مسلمانوں کے مردہ قلوب کو حیات ایمانی اور اعتماد نبوی کی دولت بخشتا رہے گا۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو ان کی اطاعتوں اور عبادتوں کے صلہ میں اپنا قرب عطا فرمانا چاہتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ صادر کرتے ہیں جو انسانی قدرتِ فعل بلکہ قوت فہم وادراک سے بھی بلند تر ہوتا ہے، جس سے ایک طرف تو منکرین قدرت خداوندی اس معجزہ کو دیکھ کر اپنے انکار اور تمرّد میں پسپا ہوجاتے ہیں دوسری طرف مخلص اور جاں نثاروں کا گروہ اپنے رب کی عجائبات قدرت کو دیکھ کر اطاعت وفرماں برداری میں اور زیادہ مستعد و کمربستہ ہوجاتے

ہیں۔ ایک ہی واقعہ کافر کو کفر وشرک کی غلاظت سے بچاتا ہے اور مسلمانوں کو قرب ونیاز مندی کی بلندیوں پر پہنچاتا ہے۔ اُمتی کے لئے اپنے نبی ﷺ پر اعتماد میں اضافہ کرتا ہے اور نبی کی نبوت کے دلائل میں ایک اور ستون قائم کر دیتا ہے۔

نبی کے مقابلہ میں موشگافیاں کرنے والوں اور نبی کو کاذب(۱) سمجھنے والوں کے لئے ایک چیلنج ہوتا ہے۔ قدرت خداوندی میں شک وتردد کرنے والوں کے کذب(۲) کی اہم شہادت ہوتا ہے۔ وغیرہ ذلک۔

معجزہ ہر نبی کو عطا کیا جاتا ہے اور اس زمانہ کے مناسب ہی عطا کیا جاتا ہے یعنی جس دور میں جو چیز بھی بام عروج پر ہو لوگ اس میں خود کو صاحب کمال سمجھتے ہوں، اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے نبی پر اسی کے مشابہ لیکن اس سے بہت بلند ترین چیز ظاہر فرماتے ہیں کہ اس وقت کے صاحب کمال بھی اس کی نظیر تو کیا خود اس کی تفصیل وحقیقت کو سمجھنے تک سے قاصر رہتے ہیں۔ نبی کا معجزہ بابانگِ دہل(۳) مدعیان کمال کو پکارتا ہے اور اس کی مثال قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے، لیکن کسی کو جرأت ومجال نہیں ہوسکتی کہ معجزہ کو چیلنج کر سکے۔

انبیاء کرام کے معجزات

سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں خوش آوازی کا چرچا تھا لوگ خود کو اس فن میں لاثانی تصور کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی آواز عطا فرمائی کہ کفار سے اس آواز کی نقل اُتارنا بھی حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ(۴) تک ناممکن تھا۔ حتیٰ کہ آج تک حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز ایک محاورہ

(۱) جھوٹا (۲) جھوٹ (۳) بآواز بلند (۴) حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذرنا محال ایسے ہی حضرت داؤد کی سی آواز بنانا محال (سورۃ الاعراف: ۴۰)۔

بن گئی اور خوش آواز کو کہا جاتا ہے کہ ''کیا لحن داؤدی پائی ہے''۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں حسن وخوبصورتی کا اس قدر چرچا تھا کہ بے حد وحساب۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو وہ حسن عطا کیا کہ جب زلیخا پر مصر کی عورتوں نے طعن وتشنیع (۱) شروع کی کہ گھر کے ایک غلام پر فریفتہ ہوگئی تو زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن دکھانے کے لئے زنان (۲) مصر کو جمع کیا اُن کے ہاتھوں میں پھل دیئے اور چاقو دیئے تا کہ پھل کاٹ کاٹ کر کھانے میں مشغول ہوجائیں ادھر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس طرف سے اُن کے سامنے سے گذار دیا جب اس جمال جہاں آرا کا پرتوہ ظاہر ہوا (۳) تو تمام عورتوں کے حواس خطا ہوگئے اور نوبت بایں جارسید کہ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ یعنی انہوں نے پھل کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھ ہی کاٹ لئے۔ اور بول اُٹھیں ماھذا بشرا۔ کہ یہ محض انسان نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا معجزہ عطا فرمایا کہ فرعون کے سامنے ساحرین (۴) نے آکر رسیوں کو سانپ بنایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (۵) حکم خداوندی سے عظیم اژدہا (۶) بن کر اُن کے تمام مصنوعی سانپ ہڑپ (۷) کر گیا۔ کہیں تو یہی عصا سانپ بن رہا ہے کہیں اسی عصا کو دریا میں ڈالا گیا تو چلتا ہوا پانی رُک گیا اور اُمت موسویہ کے لئے بارہ راستے کھل گئے اور کبھی اسی عصا کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر پر مارا گیا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

اس وقت کے مدعیان سحر (۸) اس کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر تھے۔

(۱) اعتراضات کی بھرمار کی (۲) مصر کی عورتوں کو (۳) جلوہ ظاہر ہوا (۴) جادوگروں (۵) لاٹھی (۶) بڑا سانپ (۷) کھا گیا (۸) جادوگری کے دعویدار۔

اس نا قابلِ تردید حقیقت کو دیکھ کر سجدہ میں گر گئے اور فوراً اقرار کیا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ (۱) کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب ہے۔ فرعون نے یہ دیکھ کر کہ جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے اپنے ان ساحروں کو سخت سزاؤں کی دھمکی دی مگر جس کے دل میں سچا ایمان گھس جاتا ہے خواہ ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ میسر ہو وہ ایسی بے پناہ قوت پیدا کردیتا ہے کہ کائنات کی کوئی زبردست سے زبردست قوت وطاقت بھی اس کو مرعوب نہیں کرسکتی۔

دُنیا نے دیکھا کہ ہزاروں افراد کفر وشرک سے اپنا دامن چھڑا کر مذہب موسویہ کے دائرہ میں داخل ہوگئے اور اطاعت موسویہ کے فرمانبرداروں کو قرب خداوندی کی معراج نصیب ہوئی۔

سیدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں طب وحکمت بدرجہ کمال تھی اور لوگ خود کو اس فن میں اس قدر صاحب کمال تصور کرتے تھے کہ موت کے علاوہ ہر حادثہ کا مقابلہ ان کے لئے آسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا کہ مدعیان طب وحکمت تو صرف امراض ہی کا علاج کرتے ہیں موت سے کوئی نہ چھڑا سکتا ہے نہ مرنے کے بعد زندہ کرسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ جس کو چاہتے زندہ کردیتے۔ جہاں طبیب کی حکمت نہ چل سکے ڈاکٹر کی ڈاکٹری نہ کام آسکے اور آدمی داعی اجل کے پیغام کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائے وہاں زندگی ختم ہونے کے بعد بھی نبی علیہ السلام کے معجزہ سے لوگوں کو دوبارہ زندگی میسر آجاتی تھی۔

اسی طرح آقائے نامدار نبی امی (فداہ نفسی وابی وامی) (۲) محمد مصطفیٰ ﷺ کے

(۱) سورۃ الشعراء: ۴۸ (۲) آپ پر میرے ماں باپ قربان۔

زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا لوگ خود کو اس قدر فصیح البیان سمجھتے تھے کہ گویا زبان تو بس ان کی ہی ہے اسی لئے عربی کے علاوہ باقی زبان والوں کو عجمی (گونگا) کہتے تھے۔

عرب کی فصاحت کا مقابلہ ہر سال ہوتا تھا اور جس کا قصیدہ تمام شعراء میں بلند تصور کیا جاتا اس کو سالانہ امتیاز کے لئے بیت اللہ شریف میں لٹکا دیا جاتا اس طرح جب قرآنِ مجید نازل ہوا تو سات قصیدے بیت اللہ میں لٹکے ہوئے تھے۔ جو آج بھی المعلقات السبع کے نام سے چھپے ہوئے ملتے ہیں۔ جب قرآن مجید نازل ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ فصیح کوئی چیز نہیں لہذا اب بیت اللہ میں صرف قرآن مجید رکھا جائیگا۔ اور وہ قصائد اُتار دیئے گئے۔

قرآن نے پکار پکار کر کہا کہ اپنے فصاحت کے دعوؤں کا زور نکالو اگر تم میں طاقت ہے تو دس سورتیں اور دس نہیں ہوسکتیں تو کم سے کم ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ ہی اس جیسی بنا کر دکھادو لیکن آج چودہ سو سال کے قریب عرصہ گذر جانے کے باوجود کوئی قرآن کے اس چیلنج کا مقابلہ نہ کرسکا اور نہ آئندہ کرسکتا ہے۔

فرق معجزات

انبیاء سابقینؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے تھے مگر حضور ﷺ کے معجزات کا سلسلہ اتنا وسیع تھا کہ گویا تمام انبیاء کو جو معجزات و کمالات متفرقاً عطا فرمائے گئے تھے وہ حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات میں تمام کے تمام جمع کر دیئے گئے۔ بقول شاعر

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری　　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری(۱)

(۱) حضرت یوسف کا حسن، حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا۔ اور حضرت موسیٰ کا ید بیضا کے معجزات جوان سب انبیاء میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام معجزات یکجا جمع فرمادیئے تھے۔ جن کی نظائر معجزات کے باب میں منقول ہیں۔

لیکن بعض کمالات کا تو بعینہٖ ظہور ہوگیا اور بعض کمالات کی صورت میں قدرے تفاوت ہوکر ظہور ہوا۔ سیدنا حضرت علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال کا معجزہ عطا فرمایا تھا جس کو دیکھ کر زنان مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

حضور ﷺ کو یہ معجزہ اس قدر کامل اور مکمل طریقہ پر دیا گیا کہ آپ کے حسن و جمال کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان کرتی ہیں:

لواحی زلیخا لَو رأَین جبینهٗ　　لاٰثرن بالقطع القلوب علی الیدٖ

یعنی حضور ﷺ کا حسن و جمال اس درجہ تھا کہ اگر زلیخا کی بلائی ہوئی عورتیں حضور ﷺ کی پیشانی مبارک پر نظر ڈالتیں تو بجائے ہاتھوں کے دلوں ہی کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔ اسی طرح مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا حضور ﷺ کو صورۃً بھی عطا کیا گیا اور حقیقتاً بھی۔ صورت حیات تو یہ کہ کسی مُردہ کو زندہ کردیا جائے اور حقیقت حیات یہ ہے کہ کسی مُردہ قلب کو زندہ کردیا جائے۔

(۱)　صورت حیات کی مثال تو وہ واقعہ ہے کہ ایک شخص کو حضور ﷺ نے اسلام کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں جب مسلمان ہوں گا جب آپ میری مُردہ لڑکی کو زندہ کردیں جو قبر میں مدفون ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر پر لے چلو وہ شخص قبر پر لے گیا آپ نے اس کی قبر پر پہنچ کر اس لڑکی کو آواز دی اور اس کا نام لے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جواب دے۔ وہ لڑکی قبر سے باہر نکل آئی اور لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ کہتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ تیرے ماں باپ مسلمان ہوگئے کیا تو اُن کے پاس رہنا پسند کرتی ہے؟

اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کا قرب ماں باپ سے زیادہ

بہتر ہے اور میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا بہتر پایا(۱)

(۲) حقیقت حیات کی مثال وہ جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کی زندگی کفرو شرک کی اعلیٰ منزلوں پر پرواز کررہی تھی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض صحبت نے ان میں ایمان کی وہ رُوح پھونکی کہ اس شعر کا مصداق بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

یہی دو چار معجزات ہی نہیں بلکہ جس معجزہ پر نظر ڈالیں گے اس کی کوئی نہ کوئی شبیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور جلوہ افروز پائیں گے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے پتھروں سے چشمے پھوٹتے تھے تو وہ اتنی قابل تعجب بات نہیں کیونکہ پہاڑوں سے چشمے نکلنا ممکن ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان (۲) مبارک سے اکثر پانی کے چشمے جاری ہوتے تھے جس کا تصور بھی عقل کی پرواز سے وراء الوراء (۳) ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو من وسلویٰ دیا گیا تو اُمت محمدیہ کو بارہا کھانے میں ایسی برکت عطا کی گئی کہ ایک دو افرد کے کھانے سے جماعتیں کی جماعتیں شکم سیر (۴) ہوگئیں۔ غرض اسی طرح وہ تمام معجزات اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع فرمادیئے تھے جو تمام انبیاء میں متفرقاً تقسیم کئے ہوئے تھے۔

معجزۂ معراج

منجملہ اور معجزات کے ایک وہ سفر بھی معجزہ ہے جو حالت بیداری میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک اور مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمان، عرش

(۱) زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۱۸۲ سیرت المصطفیٰ ج ۴ ص ۱۳۵ (۲) انگلیوں (۳) عقل کی پہنچ سے بہت بلند وبالا ہے (۴) کا پیٹ بھر گیا۔

کرسی مقام صریف الاقلام (۱) اور اس سے بلندیوں تک جسم اور روح کے مجموعہ سے رات کے ایک مختصر حصہ میں پیش آیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کو بھیج کر اپنے بندے حضور اقدس ﷺ کو اپنے پاس بلوایا جس کو قرآن پاک اس طرح بیان کرتا ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾ (۲)

واقعہ پر نظر ڈالنے سے قبل یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ معراج ایک معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ پیش آیا ہے۔ اس لئے اس واقعہ کے مطالعہ کے ساتھ یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ یہ کوئی کہانی نہیں جو خدا نے اپنے بندوں کو سنائی ہو جیسے ماں تھکے ماندے بچوں کو کہانیاں سنایا کرتی ہے۔ بلکہ یہ ایک معجزہ ہے جو خدا کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے دلائل میں ایک اور ستون کا اضافہ کرتا ہے، مومنین کے ایمان کو تقویت دے کر مقام صدیقیت تک پہنچاتا ہے اور کفر کی سرکشی کی سرکوبی کرتا ہے اس لئے اس کو محض ڈرامائی انداز میں پڑھنا یا لکھنا سراسر بے دینی ہے اس لئے سبق آموز واقعہ کو اپنے عقائد، اعمال ونظریات کے لئے درس عبرت اور درس فلاح بنانا ہے۔ بدیں وجہ (۳) چند امور کا لحاظ (۴) بہت ضروری ہے۔ اس مسئلہ میں نئے محققین اور ملحدین وزندیقوں نے مسلمانوں کے ذہن سے اس کی اہمیت اور حقیقت کو فراموش کرنے کی کوشش میں کہی ان کہی سب ہی کہہ ڈالی اور جس طرح بھی بس چلا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا۔ سب ڈھکوسلے بازیاں ہیں اس لئے مندرجہ ذیل مسائل کو واقعہ کی تفصیل کے دوران حل کرنا ازبس ضروری ہے۔

(۱) وہ جگہ جہاں لوگوں کی تقادیر لکھنے میں قلم مصروف ہے (۲) سورۃ اسراء: ۱ (۳) اس وجہ سے (۴) چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱)　معراج کی صورت کیا ہے اور حقیقت کیا ہے؟

(۲)　واقعہ معراج نے ہمیں کیا سبق پڑھایا؟

(۳)　معراج جسمانی ہوئی ہے یا صرف روحانی یا اس کی ایک خواب سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں؟

(۴)　معراج حضور ﷺ کی خصوصیت ہے یا انبیاء کرام کو بھی اس شرف میں شامل کیا گیا ہے؟

حل ملحوظ۔۱

کیونکہ اس واقعہ کی حقیقت وکیفیت کے بارہ میں ہر دور اور ہر زمانہ کے علماء اور مفکرین نے تحقیق وتجسس کیا اور اپنے افکار ونظریات اور آراء پیش کئے مگر ابنائے تہذیب تو اس واقعہ کی حقیقت ایک خواب سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے جس کی وجہ یہ ہے کہ عقلاً ان کے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرلیا جائے۔ نیز ایک جسم عنصری کا آسمانوں میں داخل ہونا جس سے ظاہر ہے آسمانوں کے علاوہ مختلف طبقات کا بھی خرق والتیام (۱) لازم آتا ہے کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

لیکن کیونکہ واقعہ اتنی روایات صحیحہ سے ثابت ہے جن کا درجہ گویا تواتر (۲) کی حد کو پہنچ گیا اس لئے ان کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے یہ کہہ کر کہ واقعہ ایک خواب ہے جو نبی اکرم ﷺ کو دکھایا گیا تھا واقعہ کی بظاہر تصدیق بھی کردی اور ایک حقیقت کو جھٹلا بھی دیا۔ جو لوگ خود کو صاحب بصیرت اور ارباب تحقیق میں شمار کرتے ہیں وہ اپنے اس دعویٰ کی قوت کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کو سند

(۱) پھٹنا اور جڑنا (۲) متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو نقل کرنے والے ہر زمانے میں اتنے زیادہ لوگ ہوں جن کا جھوٹا ہونا محال ہو۔

قرار دیتے ہیں کہ وَاللّٰہِ مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ صَلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی لَیْلَۃِ الْاِسْرَاءِ (۱)

یعنی خدا کی قسم شب معراج حضور ﷺ کا جسم مبارک مفقود یعنی غائب نہیں کیا گیا۔

جس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب جسم غائب نہیں ہوا تو معراج جسمانی کیسے ہوگئی یقیناً روحانی ہوگی یا صرف خواب ہوگا۔

جس کا بعض علماء نے تو یہ جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت حضور ﷺ کے گھر میں کہاں تھیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حریم نبوی میں ہجرت کے بعد داخل ہوئی ہیں اور واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

بلکہ بعض علماء نے تو لکھا ہے کہ اگر واقعہ معراج میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر مانا جائے تو معراج کا زمانہ ۵ھ نبوی ہوتا ہے اور یہی زمانہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت کا ہے تو اس بارہ میں ان کا قول معتبر نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر یہ ارشاد حضرت عائشہ ہی کا ہے تو حضرت صدیقہ کے متعلق اس قسم کی بات زبان سے نکالنا ہرگز ہرگز مناسب نہیں گویا اتنی بڑی بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بالکل بے تحقیق فرمادی۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے اس لئے یہ قول سراسر گستاخی پر محمول ہے بدیں وجہ یہ جواب قابل التفات بھی نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد کے جوابات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ آپ کا جسم مبارک مفقود نہیں کیا گیا اس لئے ناقابلِ تسلیم ہے کہ قرآنِ پاک کی تعبیر میں غور کرنے سے معراج جسمانی کا بین ثبوت مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس واقعہ کی ابتداء

(۱) تہذیب الآثار للطبری: رقم الحدیث ۴۷۷ ۲۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی﴾(۱) کی حیرت انگیز تعبیر سے کی ہے جس کا ترجمہ ہے (ہر قسم کی غلط بیانیوں سے) پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے ایک مختصر حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک۔ قرآن پاک کی اس آیت کی تشریح میں ہم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر عثمانی کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو اس مسئلہ کی وضاحت میں سیر حاصل بحث ہے۔

بہر حال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان سے واقعۂ اسراء کا ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اس کے انکار و تکذیب پر تیار ہوکر میدان میں نکلے حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں۔ دعویٰ اسراء کفار کے لئے کچھ ان سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو۔ نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و مشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں ثم اصبحت بمکۃ یا ثم اتیت مکۃ (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ ’’رات قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟‘‘ ہمارے نزدیک اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کے یہ معنی

(۱) سورۃ اسرا:۱۔

لینا کہ خدا اپنے بندہ کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا۔ اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ کے یہ معنی لینے لگے کہ اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ[۱] (تفسیر عثمانی کی عبارت ختم ہوئی)

نیز لفظ سبحان کا استعمال جو براءت ونزاہت پر دلالت کرتا ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ سفر کوئی معمولی سفر نہیں بلکہ غایت درجہ حیرت اور تعجب کا سفر ہے جو جلدی سے عقل میں نہیں آ سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جھوٹ اور غلط بیانی سے بالکل پاک ہے جو کچھ بیان کیا گیا یقیناً حق وصداقت کا آئینہ دار ہے اگر واقعہ صرف روحانی یا محض ایک خواب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس قدر اہمیت کے ساتھ بیان نہ فرماتے کہ لفظ سبحان تک کے ذکر کی ضرورت پیش آ گئی۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چشم زدن میں اتنا طویل سفر کیسے طے ہو گیا باوجودیکہ سورج کی رفتار اور بجلی کی رفتار کتنی تیز ہے اور ہمہ وقت اس کا اندازہ کیا جاتا ہے ہر شخص دیکھتا ہے کہ روشنی کی شعاعیں ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہیں بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے اس سرعت سیر وسفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پر کاہ کی برابر حقیقت نہیں سمجھتی جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادر مطلق اپنے حبیب ﷺ کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت وآسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضور ﷺ بڑی راحت وتکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکیں شاید اسی لئے واقعہ اسراء کا لفظ سبحان الذی سے شروع فرمایا تاکہ جو لوگ کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو

(۱) تفسیر عثمانی ص ۳۸۷۔

اپنے وہم وتخمین کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں کچھ اپنی گستاخیوں اور عقلی ترکتازیوں پر شرمائیں۔

نہ ہر جائے مرکب تو ان تاختن		کہ جاہا سپر باید انداختن(۱)

یہ بات بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ لفظ اسراء کے ساتھ بعبدہ فرمایا بروحہ نہیں فرمایا اگر واقعہ روحانی محض یا خواب ہوتا تو بروحہ فرمایا جاتا اس اہتمام کی ضرورت ہی صرف اس لئے پیش آئی کہ جسد عنصری سے لے جانا کیونکہ عقلا بعید سمجھا جاتا تھا اس لئے عقل اس میں شبہات پیدا کرے گی اور خدا تعالیٰ پر بدگمانی اور خیالی دروغ بیانی کی نوبت آئے گی جس کا انجام کفر ہے اس سے بچانے کے لئے سبحان کے لفظ سے شروع کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ عقل میں نہ آنا خلاف عقل ہونے کی دلیل نہیں بلکہ فوق العقل ہے۔ خلاف عقل اس کو کہتے ہیں جس کے باطل ہونے پر عقل دلیل قائم کردے۔ اور فوق العقل (۲) وہ ہے جس کے باطل ہونے پر عقل اس لئے دلیل قائم نہ کر سکے کہ وہ واقعہ عقل کی پرواز سے بہت بلند ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ معراج ایک معجزہ ہے جو عقل کی پرواز سے بہت بلند ہے اسی لئے اس کو معجزہ کہتے ہیں کہ اس نے عقلوں کو سمجھنے سے بھی عاجز کر دیا۔

محدثین کی طرف سے روایتی حیثیت سے جواب

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد واللہ مافقد جسد محمد ﷺ فی لیلۃ الاسراء کے بارہ میں سیرت کے مشہور اور مستند عالم علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن وجیہ تنویر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف وضع کر کے مسنوب کر دی گئی یہ ان کا قول ہی نہیں۔

(۱) ہر جگہ سواری نہیں باندھ دینی چاہیئے اس کے لئے بہتر جگہ کا انتخاب ضروری ہے (۲) یہ خلاف عقل نہیں بلکہ عقل کی پہنچ سے اوپر کی بات ہے۔

ایک قول امام ابن سریح سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں اس کو اس لئے وضع کیا گیا ہے تاکہ روایات صحیحہ کا انکار کیا جاسکے۔ زرقانی ج ۶ ص ۴۔

اس تحقیق نے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچادی کہ اس مسئلہ میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو اختلاف نقل کیا جاتا ہے وہ غیر ثابت ہے اب یہ معلوم نہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس بارہ میں کیا رائے تھی بہرحال اجلۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ یہ جسمانی معراج ہے روحانی یا خواب نہیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقریباً بیس صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور محدثین رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔

اور موٹی بات ہے کہ واقعۂ معراج جسد عنصری سے نہ ہوتا تو اس پر اتنا انکار نہ کیا جاتا۔ کفار آپ سے سفر کے واقعات کا سوال نہ کرتے۔ مذاق نہ آڑاتے۔ بیت المقدس کی نشانیاں نہ معلوم کرتے۔ ان تمام استفسارات سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ کفار قریش بھی سمجھ رہے تھے کہ یہ کوئی خواب نہیں بیان کیا جارہا بلکہ جسد اطہر کا سفر بیان کیا جارہا ہے اسی لئے ابوجہل نے سنتے ہیں فوراً جاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ازراہ تمسخر اس کو بیان کیا لیکن سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زبان جہالت سے سن کر بھی واقعہ کی تصدیق کردی جبکہ ابوجہل زبان رسالت سے سننے کے باوجود بھی تصدیق نہ کرسکا۔ نیز اگر یہ خواب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص معجزات میں اس کو شمار نہ کیا جاتا کیونکہ خواب میں تو ابوجہل اور ابولہب بھی بیت المقدس جاکر آسکتے ہیں۔

افسوس صد افسوس

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس بات کا کفار قریش تک کو یقین تھا جس کو وہ جاہل تک سمجھ گئے اس کو آج کل ہمارے معاشرے کے بڑے ذمہ دار لوگ تک نہیں سمجھ سکتے اور معراج کو ایک من گھڑت حقیقت پر محمول کرنے لگے۔ جس کو قرآن بنص صریح واضح کرر ہا ہے ہم اسے افسانۂ بے حقیقت سمجھیں تو کیا ہم پھر بھی قرآن دان یا مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں؟

کیا ہمیں اسلامی تحقیقات میں اس قدر تحریفات کی اجازت ہے؟

کیا ہماری ریشہ دوانیوں کے بغیر اسلام کی حقیقت چاند سے زیادہ آشکارا نہیں؟ کیا ہمیں حق ہے کہ دین کا جو باب ہماری عقلوں کی پرواز سے بلند ہو ہم اس کو خلاف عقل کہہ کر ٹھکرا دیں؟ نہیں اور ہر گز نہیں۔

غرض اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اس جسم سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اور اس کا انکار ہر گز نہیں ہوسکتا۔ اور یقیناً یہ واقعہ عالم بیداری کا ہے اور معراج جسمانی ہے۔ نہ خواب ہے نہ صرف روحانی۔

ملحوظ ۔۲ صورت وحقیقت

معراج کی صورت تو حضور ﷺ کا بجسمہٖ (۱) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں کا سفر جنت، جہنم، عرش اور کرسی کی سیر ہے۔ اور حقیقت معراج اس قرب خداوندی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پہلے نیچے سے اوپر جانے میں عطا فرمایا اور پھر اوپر سے نیچے آنے میں عطا فرمایا۔

درحقیقت معراج جسمانی بھی اعلیٰ درجہ کا کمال ہے لیکن اس سے بھی اعلیٰ

(۱) اپنے اسی جسم کے ساتھ۔

اور ارفع یہ قرب خداوندی کی دولت ہے جس کے سامنے دُنیا ومافیہا ہیچ ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے نماز کے بارہ میں ارشاد فرمایا الصلوٰۃ معراج المومنین (۱)۔ کہ نماز مؤمن کی معراج ہے یعنی جس قرب خداوندی کا نام معراج ہے وہ مومن کو اگر حاصل ہوتا ہے تو صرف نماز میں کیونکہ اس وقت بندہ دنیا کی بود وباش سے بے نیاز ہوکر اپنے رب سے سرگوشیوں میں مصروف ہوجاتا ہے تو گویا وہ دنیا ومافیہا سے بلند وارفع ہوکر اپنے رب کے حضور میں پہنچ کر ہزاراں ہزار عجز ونیاز مندی کے ساتھ خطاب کے لفظ سے عرض کررہا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۲)۔ کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہی اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

ملفوظ۔۳ معراج نے ہمیں کیا سبق پڑھایا

واقعۂ معراج ایک معجزہ ہے کوئی افسانہ یا کہانی نہیں اور ہر معجزہ سے اُمت کو فائدہ ہوتا ہے تو غور طلب امر یہ ہے کہ واقعۂ معراج سے ہمیں کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء نے بہت سے فوائد ذکر کئے جن کا جمع کرنا تو اس جگہ تطویل سے خالی نہ ہوگا البتہ چند فوائد کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) اس سے ہمیں سب سے پہلا سبق یہ حاصل ہوا کہ معراج کی حقیقت قرب خداوندی ہے اور قرب خداوندی تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اس لئے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ حقیقت معراج صرف حضور علیہ السلام کا ہی خاصہ ہے۔ البتہ اجمالاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی معراج تمام انبیاء کرام کی معراج سے افضل تھی کیونکہ تمام انبیاء کے کمالات حضور علیہ السلام ہی کی مشکوۃ نبوت کا پرتوہ ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح:۳/۲۷۶ (۲) الفاتحہ:۴۔

بہرحال معراج کی حقیقت قرب خداوندی ہے اگر مسلمان اپنے کسی عمل سے اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ ترین قرب حاصل کر سکے تو اس کو مومن کی معراج کہا جائے گا۔ اس لئے شریعت نے معراج المؤمنین یعنی خداتعالیٰ کے اعلیٰ ترین قرب کو حاصل کرنے کا طریقہ اس واقعہ میں عطا فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو معراج میں پانچ نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا گیا جس میں انسان دنیا ومافیہا[1] سے بے نیاز ہوکر نہایت درجہ عجز ونیاز مندی کے ساتھ اپنے رب کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور ہر قسم کی دنیوی منفعتوں کو ایک وقت کے لئے طاق نسیان میں چھوڑتا ہے اور نہایت عقیدت وتعلق کے انداز میں عرض کرتا ہے ﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾[2] کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر ایک مقام آتا ہے جہاں انسان خود کو بالکل ہی پامال کر دیتا ہے اور اپنی عزت، وجاہت، اقتدار، جسم کی صفائی اور لباس کی پاکیزگی غرض سب کچھ بالائے طاق رکھ کر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اپنی پیشانی اور ناک زمین پر رگڑتا ہے۔ عملی طور پر اپنی ذلت اور بے کسی کا اقرار کرتے ہوئے نہایت اعتماد کے ساتھ عرض کرتا ہے سبحان ربی الاعلیٰ کہ پاک ہے میرا رب جو سب سے اعلیٰ ہے۔ اس ذلت اختیار کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو بلند سے بلند مقام سے مشرف فرمایا جاتا ہے۔ گویا بندے کو خدا کی جانب سے قرب خاص کی معراج نصیب ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے الصلوٰۃ معراج المؤمن کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو وہ سجدہ خدا تعالیٰ کے قدموں میں ہوتا ہے۔ گویا سجدہ ریز مسلمان بندہ کا سر بظاہر زمین پر ہے مگر مقام ومرتبہ کے اعتبار سے وہ سر عرش پر ہوتا ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے:

(۱) دنیا اور اس میں موجود اشیاء (۲) سورۃ الفاتحہ:۴۔

تجلی عرش پر ہے وقف سجدہ ہے جبیں میری
مرا پھر پوچھنا کیا آسماں میرا زمیں میری

(۲) واقعۂ معراج کو سن کر اگر ہم میں قرب خداوندی کو حاصل کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہو تو ہم نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ ایمان کی قوت، عمل کا جذبہ، گناہوں سے بچنے کا داعیہ یہ قرب خداوندی کے ثمرات ہیں جو واقعہ معراج کو سنکر ہمارے قلب میں پیدا ہونے ضروری ہیں۔

(۳) واقعۂ معراج نے ایک اہم سبق یہ پڑھایا کہ زمین اور آسمان حتی کہ عرش تک انسان کی افضلیت کے مقابلہ میں کچھ نہیں یہ سب چیزیں انسان کے ماتحت ہیں اور اسی کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ بقول اقبال رحمہ اللہ کے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے　　　کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اس لئے حضرتِ انسان کو محض زمین اور آسمان کی تحقیقات میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں اس کے سامنے سرنگوں کر دی ہیں اس لئے صرف اللہ کی یاد اور اسی کے تعلق میں مصروف رہے۔

سرنگوں ہے رفعت افلاک تیرے سامنے　　　فرش پا انداز ہے تیرے لئے عرش بریں

خدا تعالیٰ کی اطاعت وعبادت سے بے نیاز ہو کر محض نباتات جمادات وغیرہ کی تحقیقات میں پڑنا سراسر حماقت ہے۔

ملفوظ ۔۴

معراج کا یہ واقعہ جن کیفیات کے ساتھ پیش آیا ہے یہ تو صرف حضور ﷺ ہی کی معراج ہے۔ لیکن معراج قرب خداوندی ہے جس کی صورت صرف یہی نہیں جو اس واقعہ میں مذکور ہے بلکہ اور بھی کسی طریقہ سے ممکن ہے اس

لئے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ معراج حضور ہی کا خاصہ ہے بلکہ اور بھی انبیاء کو معراج ہوئی چنانچہ علماء حق نے متعدد انبیاء علیہم السلام کی معراج کو بیان فرمایا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ معراج کی دو قسمیں ہیں ایک معراج عروجی (نیچے سے اوپر جانا) دوسری معراج نزول (اوپر سے نیچے آنا) حضور ﷺ کو معراج عروجی اور نزول دونوں ہوئی ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام کو صرف نزولی ہوئی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کو صرف عروجی ہوئی ہے اس لئے یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ معراج حضور ﷺ کا خاصہ ہے البتہ اجمالاً اتنا کہہ دینے میں مضائقہ نہیں کہ حضور ﷺ کی معراج باقی تمام انبیاء علیہ السلام کی معراج سے افضل ہے لیکن جزئیات میں پڑ کر ہر ہر نوع سے حضور ﷺ کی معراج کی افضلیت ثابت کرنا جس سے دوسرے انبیاء کی توہین کا وہم پیدا ہوجائے ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ انبیاء کی توہین کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے جو انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام درحقیقت ایک ہی جمال نور کے مختلف لباس ہیں ان میں سے کسی ایک کی تنقیص (۱) وتوہین کرنا تمام کی توہین کے مرادف ہے۔ قرآن نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں آشکارا فرمایا ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (۲) (ہم رسولوں میں ایک دوسرے میں فرق نہیں کرتے)۔

واقعۂ معراج

معراج کے واقعہ کو ذکر کرنے سے قبل ان اہم مسائل کا جاننا بہت ضروری تھا الحمد للہ کہ یہ اہم ضروریات ذکر کی جاچکیں۔ اب مختصر طور پر واقعۂ معراج کو بیان

(۱) کسی میں نقص نکالنا اور اس کی توہین کرنا (۲) البقرۃ:۲۸۵۔

کیا جاتا ہے تا کہ بیان واقعہ میں جو غلط بیانیاں ہوئی ہیں ان کا بھی ازالہ ہو سکے اور واقعہ کی صحیح حقیقت بھی سامنے آسکے۔

جب ۱۰ھ نبوی گذر گیا اور ابتلا و آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں ذلت اور رسوائی کی کوئی ایسی نوع باقی نہ رہی جو خداوند ذوالجلال کی راہ میں نہ برداشت کر لی گئی ہو اور ظاہر ہے خدا کی راہ میں ذلت کا انجام سوائے رفعت اور عزت کے کیا ہو سکتا ہے اس لئے حق جل وعلا نے ۱۱ھ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد روایت مشہورہ کی بنا پر رجب کے مہینہ میں اپنے نبی برحق کو قرب خاص سے نوازنے کے لئے ۲۶، ۲۷ کی درمیانی رات میں ایک فرشتے کو اس طرح بھیجا کہ آپ حضرت ام ہانی کے مکان میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک چھت میں شگاف پڑا اور اس میں سے جبرئیل امین نمودار ہوئے ان کے ہمراہ اور بھی فرشتے تھے فرشتوں نے آپ کو جگایا اور مسجد حرام میں لے گئے وہاں جا کر آپ ﷺ حطیم میں لیٹ گئے اور سو گئے پھر جبرئیل اور میکائیل نے آپ کو جگایا اور آپ کو آب زمزم کے کنویں پر لے گئے۔ امام ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے کہ اذا تانی اٰتٍ فا یقظنی فاستیقظت الخ کہ آنے والے نے مجھے جگایا اور میں بیدار ہو گیا۔ اس بیداری کے بعد سونے کا ذکر نہیں اس لئے واقعہ بیداری کا ہے خواب نہیں۔ بہر حال زم زم کے کنوئیں پر لے جا کر آپ کو لٹایا گی اور سینہ چاک کر کے قلب مبارک کو نکال کر آب زم زم سے دھویا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں ایمان اور حکمت بھرا ہوا تھا اس ایمان اور حکمت کو آپ کے دل میں بھر کر سینہ کو ٹھیک کر دیا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی۔ ایمان اور حکمت کا طشت میں ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہر چیز کو رکھنے کے لئے ظرف اسی کی حیثیت کے

مطابق ہوتے ہیں اگرچہ نام مشترک ہوتا ہے جیسے اوزان میں ہوتا ہے کہ دودھ ناپنے کا آلہ اور ہے گندم ناپنے کا آلہ اور ہے اور پانی کا دباؤ ناپنے کا آلہ اور ہے ہَوا کا دباؤ ناپنے کا الگ حرارت جسمانی ناپنے کا آلہ الگ ہے۔ ہر چیز کے وزن کے آلات مختلف ہیں اسی طرح ہر چیز کے ظروف بھی مختلف ہیں بوری میں گندم تو آجائے گی مگر پانی اور دودھ نہیں آئے گا۔ دودھ کا ظرف الگ ہے ایسے ہی غیر مبصر مثلاً گیس، ہوا وغیرہ کا ظرف الگ ہے۔ اور سب سے آسان بات یہ ہے کہ اگر آواز انسانی کو ایک باریک سی ٹیپ میں بھر دیا گیا۔ تو اگر عقلاً آواز ٹیپ ریکارڈ میں بھرنا ممکن ہے تو ایمان وحکمت کا طشت میں ہونا بھی کوئی محال نہیں۔

معراج سے پہلے قلب کو دھو کر ایمان وحکمت بھرا گیا اس میں حکمت یہ تھی کہ اب اللہ تعالیٰ کا قرب حسی ہوگا اور دل پر انوار وتجلیات کا نزول ہوگا اس لئے دل کو تعلق دُنیا کے ایہام سے بھی پاک وصاف کر کے ایمان وحکمت بھرا تاکہ انوار باری کے نزول خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کے بے چون وبے چگون کلام کا تحمل کر سکے (سیرت المصطفیٰ مع اضافہ)

بہرحال ایمان وحکمت سے دل کو منور کر کے ایک سواری پر سوار کیا جس کا قد وقامت گھوڑے سے نیچا اور دراز گوشت سے اونچا تھا جس کی رفتار نظر کی رفتار کے برابر تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام خود حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھے اور بیت المقدس کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ایک زمین پر گذر ہوا جس میں کھجور کے درخت بہت تھے حضرت جبرئیل نے بتایا کہ اس مقام پر آپ ہجرت کریں گے وہ مبارک جگہ مدینہ منورہ تھی۔ اس سرزمین میں حضور ﷺ نے نماز ادا کی پھر آگے چل کر ایک اور وادی میں اُترے جبرئیل کے اشارہ پر اس جگہ بھی نماز ادکی یہ وہ مقام تھا جہاں

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا پھر اسی طرح مدین جو شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا وہاں اترے اور دوگانہ نماز ادا کی۔ اس کے بعد مقام بیت اللحم (جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے) پر پہنچے تو وہاں بھی دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد بیت المقدس پہنچ گئے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے مختصر سفر میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں پیش آنے والے واقعات کی کچھ نشانیاں دکھائیں کہیں کسی قوم کو پتھروں سے کچلتا ہوا دیکھا تو کہیں کسی قوم کو دیکھا کہ ان کے سامنے اچھا گوشت بھی ہے اور سڑا ہوا بھی وہ اچھے کو چھوڑ کر سڑے ہوئے کو کھا رہے ہیں آپ نے جبرئیل سے معلوم کیا یہ کیا ماجرا ہے جبرئیل نے کہا یہ ان لوگوں کی مثال ہے جن کے پاس حلال اور طیب بیوی موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر کسی غیر عورت کے ہمراہ شب باشی کرتا ہے۔

بیت المقدس میں نزول

غرض آپ جب بیت المقدس پہنچے تو ایک حلقہ سے آپ نے اپنی سواری کو باندھ دیا۔ اس کے بعد حضور مسجد میں داخل ہوئے پہلے خود نماز ادا کی پھر اللہ نے تمام انبیاء کو جمع کر دیا اور آپ نے تمام انبیاء کی امامت کرائی۔ جبرئیل نے تمام انبیاء کا حضور سے اور حضور کا تمام انبیاء سے تعارف کرایا۔

آسمانوں کی سیر اور انبیاء سے ملاقاتیں

اس سے فراغت ہوئی تو مسجد اقصیٰ سے آسمان اول تک ایک سیڑھی لگائی گئی اس کے ذریعہ آپ اوپر پہنچے آسمان اول پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضور نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا یہاں سے دوسرے آسمان پر اسی طرح

تشریف لے گئے وہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی سلام وکلام سے فراغت کے بعد وہاں سے اور اوپر چلے تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے سلام کیا پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابرہیم علیہ السلام سے ملے حضرت ابراہیم بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ جگہ خانہ کعبہ کی محاذات میں فرشتوں کا کعبہ ہے جس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ طواف کرتے ہیں جن کی ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ نوبت نہیں آتی (۱)۔

سدرۃ المنتہیٰ

حضرت ابراہیم سے ہم کلامی کے بعد آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا یہ ایک بیری کا درخت ہے اوپر سے جو چیز آتی ہے اس کے نزول کا منتہیٰ ہے اور نیچے سے جو چیز جاتی ہے اس کے سعود کا منتہی ہے۔ اس مقام پر حضور نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور حق جل شانہٗ کی عجیب وغریب انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ جنت میں داخل ہوئے اور اس کی سیر کی پھر جہنم آپ ﷺ کے سامنے کر کے دکھائی گئی۔

مقام صریف الاقلام

اس کے بعد آپ کو اور بلندی حاصل ہوئی اور ایسے مقام پر پہنچے جہاں قلم تقدیر کے چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس مقام کا نام صریف الاقلام ہے یہ سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے اس کے بعد آپ کو اور قرب نصیب ہوا جس کو قرآن

(۱) باری نہیں آتی۔

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (۱) سے تعبیر کررہا ہے کہ پھر اور بلند کئے گئے حتیٰ کہ قریب تر ہوگئے کہ دو کمانوں کے ملنے کے وقت جو فاصلہ درمیان میں رہتا ہے اتنا یا اس سے بھی کم رہ گیا تھا۔

مقام راز و نیاز میں بلا کر کیا کہا اس کو قرآن بلاتشریح و تفصیل چھوڑ رہا ہے کہ اگر اس کو ظاہر کردیا گیا تو گویا۔ بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی۔

لیکن حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر پچاس نمازیں اُمت محمدیہ پر فرض کیں آپ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور گوناگوں الطاف وعنایات لے کر واپس ہوئے واپسی میں چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا، کیا لے چلے ہو آپ نے فرمایا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کرچکا ہوں۔ آپ کی اُمت ضعیف ہے اس میں تخفیف کرائیں حضور نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا اور حق تعالیٰ نے پانچ کم کردیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کرچکا ہوں آپ کی اُمت ضعیف ہے اس میں تخفیف کرائیں حضور نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا اور حق تعالیٰ نے پانچ کم کردیں موسیٰ علیہ السلام نے پھر یہی کہا حضور نے پھر درخواست کی تو پانچ اور کم ہوگئیں غرض اسی طرح کم ہوتے ہوئے صرف پانچ باقی رہ گئیں لیکن موسیٰ علیہ السلام نے ان میں بھی تخفیف کا مشورہ دیا آپ نے فرمایا اب میں حق تعالیٰ سے شرما گیا۔ یہ جواب دے کر آپ بیت المقدس میں اُترے اور وہاں سے براق پر سوار ہوکر صبح سے پہلے ہی آکر سو گئے اور صبح کو آپ نے ہی تمام گھر والوں کو نماز کے لئے اُٹھایا۔ صبح کو لوگ حسب معمول ملنے آئے۔ آپ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے سنایا تو وہ آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ فقط

(۱) سورۃ النجم: ۹۔

معراج پر تعجب کی وجہ

واقعۂ معراج پر اس وقت کفار کو بھی تعجب تھا اور آج کے یورپ زدہ طبقہ کو بھی تعجب ہے۔ اس وقت کفار نے بھی تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور آج کا طبقہ بھی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں میں کسی چیز کو تسلیم کرنے کا معیار یہ ہے کہ اس کا علم یا تو قوائے ظاہرہ (قوۃ باصرہ یعنی دیکھنے کی قوت۔ قوتِ سامعہ یعنی سننے کی قوت۔ قوۃ ذائقہ یعنی چکھنے کی قوت۔ شامہ یعنی سونگھنے کی قوت اور قوت لامسہ یعنی چھونے کی قوت) سے حاصل ہو اور اگر اس علم کی سطح ان قوتوں سے بلند ہو تو اسکا علم عقل سے حاصل ہو۔ اگر قوائے ظاہرہ اور عقل کسی چیز کا علم حاصل کرنے سے قاصر ہیں تو اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس قاعدہ اور کلیہ نے انبیاء کے معجزات کو تسلیم کرنے سے روک رکھا ہے بلکہ دین کی بہت سی باتیں ہم صرف اس قاعدہ کی بنا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ قابلِ غور یہ امر ہے کہ کیا یہ قاعدہ واقعی قابل تسلیم ہے کہ جو چیز انسان کی عقل یا حواس میں نہ آسکے اس کا تسلیم کرنا انسان پر ضروری نہیں۔ ہم اس قاعدہ کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ کس انسان کی عقل کو معیار قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی عقل کے مطابق تسلیم کرنے پر مجبور ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی عقل ابھی وہاں تک پرواز نہ کر سکے جہاں دوسرے کا مشاہدہ اور تجربہ پہنچ رہا ہے۔ مثلاً آج کی دنیا میں بہت لوگ یہ سوچنے سے بھی قاصر ہیں کہ انسان کی پرواز چاند اور زہرہ تک بھی ہوسکتی ہے جبکہ ان حقائق کا بہت لوگ مشاہدہ بھی کر چکے اب ایک شخص اس حقیقت کا انکار کرتا ہے لیکن دوسرا اپنے مشاہدہ کو جھٹلا نہیں سکتا وہ ظاہر ہے اس انکار کرنے والے کو کم عقل اور کم علم ہی تصور کرے گا۔

آج اگر ہم روس اور امریکہ کی چاند تک پرواز کے سامنے باوجود عقل میں نہ آنے کے سر تسلیم خم کیئے ہوئے ہیں تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر انسان اپنی ایجادات اور اپنی قدرت سے چاند تک پہنچ سکتا ہے تو یقیناً کسی قادر کی قدرت سے چاند سورج ہی نہیں بلکہ جنت عرش اور مقام صریف الاقلام تک بھی ضرور جاسکتا ہے اگر امریکہ اور روس کی خبر پر یقین کرنے کے لئے عقل میں آنا شرط نہیں تو نبی برحق کی خبر پر یقین کرنے کے لئے بدرجہ اولیٰ عقل میں آنا ضروری نہیں عقل میں آئے نہ آئے بیان کرنے والے کی صداقت پر ایمان لانا پڑے گا۔ آج کا عقل پرست انسان چند گھنٹوں اور چند منٹوں میں بذریعہ طیارہ ہزاروں میل کے سفر کا قائل ہوجاتا ہے لیکن جب طیارہ کے مقابلہ میں اس کے سامنے حضور کی سواری (براق) کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی عقل پر پردے پڑجاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنی ایجاد پر تعجب نہیں اور اللہ کی ایجاد پر حیرت اور تعجب ہوتا ہے یہ خدا سے بعد کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ مسلمان سے یہ توقع نہیں۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کے توہمات سے ہر مسلمان کو بچائے رکھے۔

وما علینا الا البلاغ(۱)

مشرف علی تھانوی ۱۹ رجب ۱۳۵۸ھ

(۱) اللہ تعالیٰ ہم سب کو واقعہ معراج کی حقیقت سمجھنے اور اس پر یقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

احمد مجتبیٰ پر درود و سلام
خاتم الانبیاء پر درود و سلام

رحمت دو جہاں شافع المذنبیں
فخر کون و مکاں شاہ دنیا و دیں
وہ کتاب ہدایت کی شرح مبیں
کائنات دو عالم کا در ثمیں

احمد مجتبیٰ پر درود و سلام
خاتم الانبیاء پر درود و سلام

گردوں نے قدم چومے حوروں کے سلام آئے
جب عرش معلیٰ پر وہ خیرِ انام آئے

جب غار حرا پہنچے خلوت کا مقام آیا
جبریل امیں لے کر اللہ کا کلام آئے

اقصیٰ میں شب اسریٰ صف بستہ نبی سارے
وہ ختمِ رسل آقا بن کر جو امام آئے

عارفؔ کی نگاہوں میں بس تیرا سراپا ہو
جب جنبش لب ہو تو لب پر ترا نام آئے